از قلم رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

حکومت وسلطنت مقصد ہے یا وسیلہ؟

حضرت علیؓ کا ایک اثر

حسب وعدہ والد مرحوم حضرت مولاناؒ کے علمی نایاب مضامین سے ایک مضمون بھیج رہا ہوں جو درحقیقت موجودہ دور کیلئے اور حالات کے پیش نظر ایک اہمیت رکھتا ہے۔ مضامین رئیس الاحرار کے عنوان سے کتب زیر کتابت ہے۔ چھپتے ہی ارسال خدمت کروں گا۔ (محمد احمد رحمانی۔لدھیانہ)

سلطنت امور دنیا میں سے ہے

کچھ عرصہ سے یہ بحث چل رہی ہے کہ مذہب کو سیاست سے جُدا رکھنا چاہیئے۔ یہ بحث یورپ سے اٹھی۔ ہندوستان اور ایشیا کے سبھی ممالک نے اس کا بہت حد تک اثر قبول کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاست میں سچائی اور انصاف کو ختم کر دیا جائے یعنی حصول حکومت بلکہ حصول اقتدار کیلئے جو بھی کچھ کیا جائے وہ جائز ہے۔ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اسے نظریاتی طور پہ صحیح نہیں سمجھا۔ علمی دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس نظریہ کا ظہور ہے۔ دوسری جماعت نے یہ کہا کہ مذہب اور سیاست ایک ہے اور اس نعرہ سے حصول اقتدار کی کوشش کرتی رہی اور کر رہی ہے۔

لفظ سیاست کو مذہب کے مقابلہ میں کسب سے استعمال کیا جانے لگا اسکی تاریخ معلوم نہیں۔ البتہ تاریخ اسلام میں دین اور حکومت کا لفظ یقیناً مقابلہ میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ مدت تک میری طبیعت میں اس مسئلہ میں خلجان رہا۔ کیونکہ میرے ذہن میں یہ ہے کہ سلطنت ایک دنیوی کاروبار ہے۔ یہ نہ تو اسلام کے مقاصد میں سے ہے۔ نہ ضروریات دین میں اس کا شمار کیا گیا ہے۔ البتہ اس کے ذریعہ اگر عدل دنیوی قائم ہو اور مخلوق خدا کو انصاف ملے تو عدل قائم کرنے والے اللہ کے نزدیک مقبول ہوں گے۔ اور منشار ربوبیت کو پورا کرنے والے ہوں گے۔ حکومت وسلطنت اسی طرح دنیاوی کاروبار ہے۔ البتہ تجارت میں دیانت اور سلطنت میں عدل تاجر اور صاحب سلطنت کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور نجات کا سبب بن جاتے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۰ء کی نظر بندی کے دوران میں منٹگمری جیل میں "ازالۃ الخفا" دیکھ رہا تھا۔ حضرت علیؓ کا وہ قول نظر سے گذرا جس میں آپ نے خلافت کو امورِ دنیا میں سے قرار دیا ہے۔ پوری روایت یہ ہے جس سے مسئلہ پہ پوری طرح روشنی پڑ سکے گی۔

كان خرج ابو عمر فى الاستعاب عن الحسن البصرى عن قيس بن عبّاد قال قال لى على بن ابى طالب انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم مرض ليالى وايّاماً ينادى بالصلوٰة فيقول مروا ابابكر يصلّى بالنّاس فلمّا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم نظرت فاذا الصلوٰة علم الاسلام وقوام الدين فرضينا لدنيانا من رضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لديننا فبايعنا ابابكرؓ۔ (ازالۃ الخفاء) ص ۱۴۸ مقصد اول فصل چہارم احادیث خلافۃ۔

ابو عمر نے استعاب میں حسن بصری سے روایت کی ہے وہ قیس بن عباد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے تھے مجھ سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں کچھ دن اور کچھ راتیں ایسی تھیں کہ جب اذان ہوتی تو آپ فرماتے کہ (اے لوگو) ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے اس بات پر نظر کی کہ نماز اسلام کی علامت ہے۔ اور دین کا ستون ہے۔ لہذا (جب ابوبکر اس میں ہمارے امام ہو چکے۔) تو ہم سب نے اپنی دنیا کے سردار ہونے کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کی (سرداری) کیلئے پسند فرمایا تھا — پس (بلا تکلف) ہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اس روایت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ سلطنت اور خلافت ایک دنیاوی کاروبار ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امورِ سلطنت اگر ایک عادل اور دیندار شخصیت یا جماعت کے سپرد کر دئیے جائیں تو وہ اس کو اوامر و نواہی کی پابندی کے ساتھ چلانے کا اہتمام کریں گے۔

اسی لئے حضرت ابوبکرؓ کی دینی فضیلت کی وجہ سے ان کی خلافت کو فضیلت ہے۔ یہ بات نہیں کہ نفسِ خلافت کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کو کوئی فضیلت حاصل ہوئی اور یہ خلافت ان کو باعثِ افتخار ہو۔ البتہ ان کے عدل و انصاف کی وجہ سے اعمالِ حسنہ کی زیادتی کا سبب، رضاءِ الٰہی کا ذریعہ، خلقِ خدا کی راحت کا موجب ضرور ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحبؒ محدّث دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں ابن حجر کی اسد الغابہ حسن بصریؒ کی روایت سے حضرت علیؓ کا مذکورہ قول ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔

قال قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر وانّى صحيح غير مريضٍ وانى شاهد غير غائبٍ ولو شاء ان يقدمنى رضينا لدنيانا من رضى الله ورسوله لديننا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو امام بنایا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، میں بیشک موجود تھا غائب نہیں تھا۔ میں بھلاچنگا تھا۔ بیمار نہیں تھا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (امامت کیلئے) آگے کرنا چاہتے تو آگے کر دیتے۔ پس ہم نے اپنی دنیا کیلئے اسی کو پسند کر لیا جسکو اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر کا وہ مشورہ بھی ملاحظہ فرمایئے جو حضرت امام حسینؓ کو کتنے صاف اور فیصلہ کن انداز میں کوفہ کے سفر سے روکتے ہوئے خلافت کے معاملہ میں خاموشی کی تلقین کرتے ہوئے خلافت اور حکومت کو دنیا بتایا۔ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ یہ مشورہ آپ نے مجمع صحابہؓ میں دیا اور اس پر نکیر نہیں ہوئی۔ قال لہ ابن عمرؓ لاتخرج فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ اللہ بین الدنیا والاخرہ واختار الاخرۃ وانت بضعہ منہ ولا تنال بھا یعنی الدنیا (ماثبت بالسنۃ صـ۳۳)

حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت حسینؓ سے کہا کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کا اختیار کر لیا ہے۔ روایت ہے کہ بعد میں حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔ غلبنا حسین بالخروج ولعمری لقد رأی فی ابیہ واخیہ عبرۃ حسین کوفہ جانے کے معاملہ میں ہم پر غالب آگئے۔ حالانکہ وہ اپنے باپ اور بھائی کے معاملہ میں عبرت حاصل کر چکے تھے۔ کہ انہیں دنیا یعنی خلافت نہیں ملی۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کو اختیار کر چکے تھے۔ یہ آخرت کے مقابلہ میں خلافت و سلطنت کا بیان کرنا کتنا زور رکھتا ہے۔ مجھے وہ لوگ معاف فرمائیں گے جو عبرت سے مراد اہل کوفہ کی بے وفائی مراد لیتے ہیں۔ بہرحال قرون اولیٰ میں خلافت وحکومت کو دین سے الگ شعبہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اہل دین واصحاب عدل کے اقتدار کے ساتھ اس کو دین بنالیا جائے۔

آیئے اب ذرا اس مسئلہ میں ذرا قرآن مجید کی تلاوت کریں کہ وہ کیا رہنمائی دیتا ہے۔ اس دنیا میں رہنے والوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ دار آخرت کس کا حصہ ہے۔ کون لوگ آئندہ زندگی اس کے مستحق ہوں گے۔ جو سلطنت کے طالب نہ ہوں۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علواً فی الارض ولا فساداً۔

یہ دار آخرت ہم ان لوگوں کو دیں گے جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا۔

معلوم ہوا کہ علو فی الارض کا ارادہ بھی یعنی سلطنت کا حصول دین نہیں ہے ورنہ اسے مقاصد میں رکھا جاتا۔ البتہ اسکی طلب پر اس کے دنیا ہونے پر دال ہے۔ والعاقبہ للمتقین فافہم ۱۲۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید اس بات کو صاف کر رہا ہے کہ انہیں سلطنت کس حیثیت سے دی گئی۔ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض یتبوء منھا حیث یشاء نصیب

برحمتنا من نشاء ولا نضیع اجر المحسنین ○ ولاجر الاخرۃ خیر للذین آمنوا وکانوا یتقون ۔ اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ پکڑتا تھا اس میں جہاں چاہتا تھا۔ پہنچا دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم بدلہ بھلائی والوں کا اور ثواب آخرت بہتر ہے ان کے لئے جو ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری میں۔

غور کیجئے کہ اجرِ آخرت کو تمکین فی الارض کا ثمرہ نہیں فرمایا۔ البتہ اس کو اپنی رحمتوں میں ضرور شمار کیا ہے ۔ اور دنیا میں اعمال حسنہ کا اجر کہا ہے ۔

آپ ذرا اور باریک بینی سے کام لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آیت وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض ۔ وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں ۔

میں خلافت و حکومت کو ایمان و عمل صالح کا دنیوی ثمرہ فرمایا ہے ۔ پس اسے دین کہنا اپنا فہم ہے ۔ اور ایمان و عمل صالح پر اجر و ثواب یہ اخروی بدلہ ہے ۔ تاہم دنیا کی راحت و عظمت دنیا ہے ۔ جسے نصیب برحمتنا سے تعبیر کیا ہے ۔ اس سے زیادہ کیا بڑی دلیل ہوگی کہ بنی اسرائیل میں سوائے چند ایک مثالوں کے ہمیشہ نبوت اور حکومت کی تقسیم رہی ہے ۔ اسی لئے طالوت کو بنی اسرائیل کی درخواست پر بذریعہ وحی ملک مقرر کیا گیا۔ لیکن شموئیل علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام پر فضیلت نہیں دی گئی ۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ۔ کی قبولیت کے باوجود یا یوں کہئے کہ وصفِ سلطنت کی بنا پر ان کو افضل الانبیاء نہیں فرمایا اگر سلطنت اجزاء دین میں سے ہوتی تو اتنی بڑی سلطنت یقیناً باعثِ فضیلت ہونی چاہئے تھی ۔

اوپر کی آیات و روایات سے معلوم ہوا کہ سلطنت دین کے اجزاء میں سے نہیں ہے ۔ بلکہ قرآن اس کے خلاف ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ عالمِ اسباب میں سلطنت بھی کبھی اشاعتِ دین کا وسیلہ ہو گئی ہو ۔ میرے سامنے خلافتِ راشدہ کے بعد چند ایک مثالیں ہی ایسی ہیں ۔ البتہ عدل و انصاف سلطنت میں یقیناً دین ہے ۔ جو اربابِ اقتدار کے لئے ذخیرۂ آخرت ہوتا ہے ۔ اور اسلام اربابِ اقتدار سے فقط قیام عدل کا مطالبہ کرتا ہے ۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوشیرواں غیر مسلم کی زمانہ سلطنت کی معاصرت پر وصفِ عدل کی بنا پر فخر فرمایا ۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ عدل و عفو ہی نے کئی بار غیر مسلموں کے قلوب کو ایمان کی روشنی سے جگمگایا ہے ۔ اور لااکراہ فی الدین کے زبردست حکم کے باوجود سلطنت کے اقتدار سے کام لیتے ہوئے دین کی اشاعت کرنے کو روک دیا ۔

یاد رہے کہ میں اس بات کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ عظمت و اقتدار اہلِ دین اور اصحابِ خلوص کے ہاتھ ہو جن کی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کا پورا نظام نمایاں ہو ۔ جو اس زندگی کے بعد دوسری زندگی پر یقین رکھتے ہوں کہ ہم سے ہمارے ہر عمل کا جواب طلب کیا جائے گا ۔ جو لوگ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف

وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ ۔ تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی ہیں عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر کا صحیح مصداق ہوں۔ اور اوامر ونواہی کا پوری صدق دلی سے نفاذ کر سکیں۔ اور وہ لوگ ایسے ہوں جن سے خلق خدا کو بلا امتیاز مذہب وملت انصاف مل سکے۔ اور وہ لایجرمنکم شنأن قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ ۔ اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے کی چلتی پھرتی تصویر ہوں۔

حاصل یہ ہے کہ امور عالم دو طرح کے ہیں ۔ ایک وہ ہیں جو اصول دین یا مقاصد دین میں سے ہیں۔ وہ عمل کی کمی یا نیت کی خرابی کی وجہ سے نہ صرف ضائع ہو جاتے ہیں بلکہ کبھی کبھی موجب لعنت وعذاب بھی ہوتے ہیں۔ جیساکہ نماز کے متعلق آتا ہے کہ قیامت کے روز بعض لوگوں کے منہ پر ماردی جائے گی۔ دوسری قسم ان امور کی ہے۔ جو فی حد ذاتہ نہ دین ہیں اور نہ دین کے مقاصد میں سے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی حمایت واشاعت دین کا ذریعہ ووسیلہ بن جاتے ہیں وہ اسی لئے قابل قدر ہوتے ہیں۔ جیساکہ صرف ونحو ولغت ودیگر علوم متداولہ کے بغیر کتاب وسنت کا سمجھنا ناممکن ہے۔ وسیلہ ہونے کی وجہ سے ان علوم کو فضیلت وشرف حاصل ہوا ہے۔ اسی دوسرے قبیل سے سلطنت وحکومت اور اس کا حصول ہے۔ جبکہ اس میں عدل ہو، انصاف ہو، اور اس سلطنت واقتدار حاصل کرنے والوں کی نیت خالص اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔

مجھے اپنے اس یقین کامل کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جو الیوم اکملت لکم دینکم۔ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا کے اعلان کے بعد ہر انسان اور ہر قوم کو دینی ودنیاوی انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے ایک مکمل دستور رکھتا ہے۔ اقتصادی معاشرتی الجھنوں کا حل اسی میں موجود ہے۔ اخلاق کا درس اور عمل علمی اور حقیقی بنیادوں پر یہی استوار کرتا ہے۔ سیاسی امور میں اسی کی رہنمائی سے دنیا میں امن قائم رہ سکتا ہے۔ اسی مذہب کے ضوابط وقواعد کی دینی ودنیوی امور میں پابندی اخروی نجات کا سبب ہو سکتی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلطنت واقتدار امور دنیا میں سے ہے۔ نہ امور دین میں سے ہے نہ عین دین ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام نے سلطنت کا دستور حقیقت پر مبنی اور فطرت انسانیہ کے مطابق وضع کیا ہے ورنہ اتممت علیکم نعمتی۔ اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا سے مراد سلطنت ہوتی اور غلام قوموں کا ایمان معتبر نہ ہوتا۔ رحمت خداوندی کا جوش دیکھئے کہ آزادی اور غلامی دونوں حالتوں کیلئے ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کیلئے پسند کر لیا ہے۔ ان سطور میں اسلام میں مذہب وسیاست کے صحیح مقام کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عوام حکومت الٰہیہ، دینی اقتدار اور اسلامی سیاست کے پر فریب نعروں سے مسحور ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں عوام وخواص کو اس مسئلہ پر اس نہج سے سوچنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ حق کھل کر

سامنے آجاتے۔

وکذلك نفصل الايات لعلهم يتفكرون

میں آخر میں اس بات کو پھر منقح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری بات کی بنیاد میرے دعوے کی اصل حضرت علیؓ کا وہ قول رضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ لدیننا۔ (یعنی ہم اپنی دنیا کے لئے اسے اپنا سردار بنایا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا۔) ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس بات کو ظاہر فرمایا ہے کہ سلطنت وحکومت امورِ دنیا میں سے ہے۔ امورِ دین میں سے نہیں ہے۔ آیات قرآنیہ حضرت علیؓ کے اس قول کی تائید کرتی ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حضرت علیؓ کے اس اثر سے آیات مذکورہ کے منشا تک ہمیں رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ان سے مفہوم ہوتا ہے کہ خلافت امورِ دنیا میں سے ہے امورِ دین میں سے نہیں ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ سلطنت کو کس نہج پہ چلانا چاہئے اس پہ ہم بحث کر چکے ہیں۔ ■■

بقیہ: شیخ سعدی لاہوری

ہے اور اس کی تربیت ہمارے ذمے ہے (اور) اس روز سے وہ (سعدی) ان کی تربیت میں رہ کر روز بروز ترقی کرتے رہے۔

حضرت سید بنوری کے دست حق پرست پر بیعت

حضرت سعدی کو خداوند کریم نے بے حد غایات ونوازشات سے سرفراز فرمایا تھا اور ایسی استعداد سے نوازا تھا کہ ان کو تربیت وتلقین کی بھی ضرورت نہ تھی۔

حضرت سید آدم بنوری نے ایک بار ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"برب المعبود جل سلطانہ قسم است کہ اللہ تعالیٰ بہ ارادہ ازلی استعداد ترا چناں آفریدہ است وفطرت تو چناں خلقت کردہ است کہ خود بخود کار تو جاری است وہیچ موقوف بہ تلقین وتربیت من نیست۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم[1]

ترجمہ۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ازلی سے تیری استعداد ایسی پیدا فرمائی ہے اور تیری فطرت ایسی بنائی ہے کہ تیرا کام خود بخود رواں دواں ہے۔ اور میری تلقین وتربیت پہ کچھ منحصر نہیں۔

بکشا دیدۂ انصاف نگہ از فسکہ کہ جز او علم لدن کیست کہ دارد در بنہ[2]

(باقی دارد)